کے باوجود فی الجملہ توحید ورسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے اس لیے ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز قرار دیا مگر چونکہ وہ آخری رسولؐ کو نہیں مانتے جو جزو ایمان ہے اس لیے ان کے ناقص ایمان کی بنا پر اسلام نے دو طرفہ نکاح کی اجازت نہیں دی اور ان کے مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح ممنوع قرار دیا۔ اب اگر یہ معلوم ہو کہ وہ کھلے شرک یا الحاد میں مبتلا ہیں تو یہ رعایت بھی ختم ہو جائے گی بلکہ ہو گئی حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں ہی اس کا نفاذ روک دیا تھا اور بعد میں متفقہ طور پر وہی ضابطہ طے ہو گیا۔

اسلام دوسری قوموں سے اختلاط کے معاملہ میں بے شک بہت حساس ہے۔ وہ دوسری قوموں کی پیروی کو نقصان دہ تصور کرتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ کس حد تک اسلام، ایمان اور اخلاقی حالت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قوموں سے مشابہت سے منع فرمایا مگر اس سے مراد وہ مشابہت ہے جو منافی اسلام شعائر اور مراسم سے وابستہ ہے قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ

انما عد منه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفرا لا نهما تدل على التكذيب فان من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترئ عليها ظاهرا لا لا نها كفر في انفسها[۵۵]	گیروی لباس، زنار اور اس کے مشابہ لباسوں کا پہننا اس وجہ سے کفر میں شمار کیا جاتا ہے کہ وہ بظاہر تکذیب شریعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں ایسا نہیں کہ وہ بجائے خود کفر ہیں کیونکہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے وہ ان کو پہننے کی جرات نہیں کر سکتا۔

اس مشابہت میں اور کسی عام مشابہت میں بہت فرق ہے۔ ایک گرم علاقہ کا انسان اپنے لباس معمول اور عادات کے لحاظ سے سرد علاقہ کے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ اب کوئی مسلمان اپنے عادات و معمول کے خلاف کسی دوسرے علاقہ کے انسان کی مشابہت بغیر کسی ذہنی وابستگی کے قبول کرتا ہے تو یہ پہلی صورت سے قطعی مختلف ہوگا۔ امام ابن تیمیہ کے نزدیک کفار و شیاطین یعنی غیر مہذب لوگوں کی مشابہت اور عجمی و اعرابی کی مشابہت میں قابل لحاظ فرق ہے اس کی وضاحت وہ اس طرح کرتے ہیں:۔

ان نفس الکفر والتشیطن	نفس کفر اور شیطانیت اللہ اس کے
مذموم فی حکم اللہ ورسولہ	رسول اور مومنین کے معاملہ میں مذموم ہے
وعبادہ المومنین و نفس	مگر بدویت اور عجمیت بجائے خود مذموم
الاعرابیۃ والاعجمیۃ لیست	نہیں، بلکہ اعرابی مومن و کافر دونوں
مذمومۃ فی نفسہا عند اللہ	طرح کے ہیں اس طرح اعرابی کے
تعالیٰ وعند رسولہ وعند عبادہ	علاوہ عجمی یعنی ایرانی، رومی، ترکی بربری
المومنین بل الاعراب منقسمون	حبشی وغیرہ بھی مومن اور کافر دونوں
الی اھل جفاء واھل ایمان	طرح کے ہیں۔
وبر وکذالک الاعجم وھم	
من الفرس والروم والترک	
والبربر والحبشۃ وغیرھم	
ینقسمون الی مومن وکافر [۵۵]	

تفصیلی معاملات سے قطع نظر بحیثیت تہذیب، دوسری تہذیبوں کو اسلام اہمیت نہیں دیتا کیونکہ وہ ان تہذیبوں کے صالح عناصر کا مجموعہ اور خلاصہ ہے اب اسلام کے علاوہ کسی اور تہذیب کی بازیابی کی جد وجہد اسلام کی نظر میں رجعت پسندی اور جاہلیت کا اعادہ ہے خواہ وہ مذہبی ہو یا نام نہاد سائنسی تہذیب۔

اسلامی تہذیب کے مطالعہ کی مذکورہ نہج جس کے کچھ اہم پہلوؤں پر گفتگو کی گئی اسلامی تہذیب کو اس کے اپنے طے کردہ تناظر میں دیکھنے پر زور دیتی ہے۔ یہ نہج انسان کے فکر و عمل اور اس کی ہمہ جہت کارکردگی کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے برخلاف مطالعہ تہذیب کے مغربی طریق کار کو جب اسلامی تہذیب کے لیے اختیار کیا جاتا ہے تو اس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کبھی علاقائی تہذیب کی طرح اس کے لیے بھی معیار اور مقیاس بنائے جاتے ہیں، کبھی کچھ خاص سماجی مظاہر کو موضوع بحث بنا لیا جاتا ہے اور کچھ مخصوص علمی نتائج کو تہذیب قرار دیا ہے اور کبھی کسی خاص عہد کو جس میں ادبی اور فنی سرگرمیاں زیادہ انجام پذیر ہوئی ہوں تہذیب سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنے لیے یہ بھی گنجائش پاتا ہے کہ وہ فی نفسہ اسلامی تہذیب کا انکار کر دے، چنانچہ

اس طریقہ کار سے پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔
۱۔جس طرح زندگی ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے اسی طرح اسلامی تہذیب بھی ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے۔اس کے اجزائے ترکیبی باہم مربوط اور منضبط ہیں، ان میں کامل اتحاد اور یکسانیت ہے، اس کے کسی جزو کو مجموعہ سے کاٹ کر علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔اس طرح کا مطالعہ غیر معتبر اور غلط ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اسلامی تہذیب کی جو تصویر سامنے آئیگی وہ کلی نہیں بلکہ جزئی ہوگی جو لبسا اوقات یک رخی اور ادھوری بھی ہوتی ہے۔جن لوگوں نے اسلامی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ عنصر قرار دے کر اسلامی تہذیب کی حیثیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے، دراصل انھوں نے ایسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جس کا کوئی علاج نہیں۔چنانچہ مشہور مستشرق فلپ کے حتی نے اسلام کو تین معنوں میں استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، اور اسے بعض خاص تاریخی اسباب کا ردعمل ثابت کرنے پر زور دیا ہے وہ مذہب، ریاست اور تہذیب کو تین الگ معنوں میں استعمال کرتا ہے۔مذہب سے اس کی مراد ایمان وعمل کا وہ نظام ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے، ریاست اسلام کا ایک سیاسی ادارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہؓ کے ذریعہ ترقی پذیر ہوا اور جو بعد میں متعدد ریاستوں میں تقسیم ہوگیا، اسلامی تہذیب سامی، ایرانی، رومی، یونانی اور دیگر عناصر کا مجموعہ ہے جو خلافت کے ذریعہ وقوع پذیر ہوئی اور جس کا اظہار عربی زبان کے ذریعہ کیا گیا، پھر ان تینوں اجزا پر الگ الگ گفتگو کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا ہے کہ عربوں کے پاس سوائے شاعری کے اور کچھ نہ تھا نہ تو ترقی یافتہ ادب، نہ فنون لطیفہ اور نہ فلسفہ یا دیگر علوم، لیکن میں مذہب شامل کر لیا گیا۔ان سرمایوں کے لیے انھیں ان قوموں کا انتظار کرنا پڑا جن پر بعد میں انھوں نے فتح حاصل کی، اس ضمن میں وہ کہتے ہیں کہ

"اس لیے ہم جسے اسلامی تہذیب کہتے ہیں وہ اسلامی صرف اعتبار سے تھی کہ وہ مسلمانوں کی سرپرستی میں پروان چڑھی، بلکہ اس کی بہتر تعبیر عربی ہوگی کیونکہ عربی کی حیثیت ایک میڈیم کی تھی جس کے ذریعہ تہذیب کا اظہار ہوا۔پہلی فتح ہتھیار اور ریاست کی ہوئی، دوسری فتح مذہب کی اور تیسری فتح لسانی ہوئی۔لسانی فتح اسی وقت حاصل ہوئی جب کہ فارسی، شامی مصری، باربری اور اندلسی مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے احساسات اور افکار کے اظہار کے لیے قرآن کی زبان استعمال کرنا شروع کر دیا۔"[۵۹]

اسلامی تہذیب کی ترجمانی دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مصنف کا تصور تہذیب مبہم اور محدود ہے نظریہ اور فکر کی سطح پر اسلام ابتدا ہی سے مکمل نظام زندگی کا نقیب رہا ہے، نہ تو اس نے انسانی زندگی کی تقسیم کو گوارا کیا ہے اور نہ مذہب و تہذیب اور ریاست کی اس تقسیم کو گوارا کیا ہے جس کی رو سے قیصر اور خدا کے حقوق متوازی طور پر بٹ جاتے ہیں۔ البتہ انسانی ماحول اور معاشرہ میں نافذ ہونے کے لیے جس طرح ہر نظریہ زندگی کو تدریجی مراحل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلام کو بھی اس سے گذرنا تھا، اثر و نفوذ کا یہ تاریخی عمل اس بات کی علامت نہیں کہ اسی کے مطابق اسلام کا نظام فکر مرتب ہوا، اسلام کی نظر میں سیاست و اقتصاد، تہذیب و معاشرت اور اخلاق و روحانیت مختلف ادارے نہیں ہیں بلکہ یہ سب مل کر ہی اسلام کے تصور تہذیب کو مکمل کرتے ہیں، ان کو الگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے نظام زندگی کو بے معنی قرار دیا جائے، جبکہ اس وحدت اجتماعی کی نمائندگی تہذیب کرتی ہے مولانا مودودی اس کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں۔

> "اسلام ایک خاص طریق فکر (ATTITUDE OF MIND) اور پوری زندگی کے متعلق ایک خاص نقطۂ نظر کا نام ہے۔ پھر وہ ایک خاص طرز عمل ہے جس کا راستہ اسی طریق فکر اور اسی نظریہ زندگی سے متعین ہوتا ہے، اس طریق فکر اور طرز عمل سے جو ہئیت حاصل ہوتی ہے وہی مذہب اسلام ہے، تہذیب اسلامی ہے اور وہی تمدن اسلامی ہے، یہاں مذہب اور تمدن و تہذیب الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ سب مل کر ایک مجموعہ بناتے ہیں، وہی ایک طریقہ فکر اور نظریہ حیات ہے جو زندگی کے ہر مسئلہ کا تصفیہ کرتا ہے"[۹]

۲۔ مشرقی تہذیب یا اسلامی تہذیب

بہت سے لوگ اسلامی تہذیب کے متبادل کے طور پر مشرقی تہذیب کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ جس طرح ہم لوگ یورپی تہذیب کے لیے مغربی تہذیب کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ مشرقی تہذیب کی اصطلاح فرنگیوں کی وضع کردہ ہے چنانچہ یورپ و امریکہ کے جو دانشور اسلامی علوم کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کو ORIENTALISTS کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ ہم "مستشرقین" سے کرتے ہیں۔ مشرقی تہذیب سے مراد اولاً ایشیا کی اور ثانیاً افریقہ کی تہذیب ہے کیونکہ ایشیا یورپ کے مشرق میں واقع ہے جبکہ افریقہ کے جنوب میں اسلامی تہذیب کو

مشرقی تہذیب سے موسوم کرنا کئی اعتبار سے غلط فہمیوں کو جنم دینے کا موجب ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مشرق و مغرب کی اصطلاح ایک اضافی چیز ہے، قرآن کی رو سے مشرق و مغرب ایک نہیں کئی ہیں، ارشاد ہے۔

رب المشرقین ورب المغربین (الرحمٰن: ۱۸) — دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا پروردگار وہی ہے۔

فلا اقسم برب المشارق والمغارب انا لقادرون (المعارج: ۴۰) — میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ہم اس پر قادر ہیں۔

ایشیا، کی تہذیب کو یورپ کے مشرق میں ہونے کی بنا پر مشرقی تہذیب کہا جا سکتا ہے تو دوسرے وہ ممالک جو اس کے جنوب میں واقع ہیں ان کے لیے روا ہے اسی تہذیب کو وہ شمالی تہذیب کا نام دیں وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرقی تہذیب کی اصطلاح جغرافیائی حد بندیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جبکہ اسلامی تہذیب اس سے نا آشنا ہے اس کا دائرہ پورا آفاق ہے، اس میں مشرق و مغرب اور شمال اور جنوب کی کوئی معنویت نہیں اور اگر ہم اسے مشرقی کہتے ہیں تو گویا ہم اسلام کو آفاقی تسلیم نہیں کرتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ مشرق کی زندہ تہذیب اگرچہ اسلامی تہذیب ہے مگر اس کے پہلوؤں میں کئی اور تہذیبیں ہیں جو باہم مختلف اور متضاد ہیں۔ کم از کم یہ دو متضاد تہذیبیں تو ہیں ایک ہندو مت جو شرک پر مبنی ہے دوسری بدھ مت جو الحاد پر قائم ہے حالانکہ اسلامی تہذیب توحید خالص کی امین ہے۔ اس صورت میں مشرقی تہذیب کی اصطلاح اسلام کے مزاج کے منافی ہے، پھر اہم بات یہ ہے کہ مغربی مفکرین مشرق کو ما ورائیت یا اندھی عقیدت کی آماجگاہ تصور کرتے ہیں جہاں کا انسان پیہم غلام ہے اس سے وہ آزاد ہونے کی کوشش بھی کرتا ہے تو دوسری مذہبی غلامی میں مبتلا ہو جاتا ہے جبکہ مغرب عقلیت، حقیقت پسندی اور معروضیت کی آماجگاہ ہے اور اس کی علامت یونان ہے۔ ان کے بقول مشرق مذہب سے آزاد نہیں ہو سکتا اور مغرب مذہب کا پابند نہیں ہو سکتا۔[۵۱] ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب کی اس خود ساختہ تقسیم میں اسلامی تہذیب کو فٹ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ وقتی اور اضافی نہیں بلکہ حقیقت مطلقہ ہے۔

۳۔ اسلامی تہذیب ایک زندہ حقیقت

اسلامی تہذیب کے سلسلے میں یہ تاثر بھی بڑے پیمانے پر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ گئی گذری چیز ہے، یعنی حال کی حقیقت نہیں بلکہ ماضی کا حوالہ ہے وہ عہد رفتہ کی علمی سرگرمیوں میں خوابیدہ

اور آثار قدیمہ کی بے جان گلکاریوں میں منجمد ہے۔ وہ عہد قدیم کا ورثہ ہونے کی وجہ سے مقدس اور متبرک ضرور ہے لیکن دور جدید میں بے فائدہ اور غیر متحرک ہے اسلامی تہذیب کے بارے میں اس قسم کی رائے اس کی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ ایسی رائے رکھنے والوں کے ذہنی افلاس کی دلیل ہے۔ اسلامی تہذیب کے سلسلہ میں جب ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ آئنہ زندگی ہے تو جس طرح زندگی ایک زندہ و متحرک شے ہے اسی طرح اسلامی تہذیب بھی ایک زندہ اور متحرک حقیقت ہے۔ وہ کسی خاص دور اور مخصوص علاقے کی نمائندگی نہیں کرتی اس لیے وہ کسی خاص عہد کا حوالہ بھی نہیں ہے۔ اس تہذیب کا ایک مثالی دور ضرور ہے جسے ہم خیر القرون کہتے ہیں مگر وہ اس دور کی تہذیب نہیں ہے بلکہ وہ دور اس تہذیب کی پیداوار ہے آج بھی دنیائے انسانیت کی ایک بڑی آبادی کا وہ طرز زندگی اور اسوہ حیات ہے۔ وہ اس کے فکر و عمل میں جاری و ساری ہے وہ مغرب میں بھی اثر و نفوذ کے مراحل سے گذر رہی ہے اور مشرق میں بھی وسعت و ترقی سے ہم کنار ہو رہی ہے اور قیامت تک اسی طرح ترقی کرے گی۔ اس کی بقا اور ارتقاء کی ایک ضمانت ہے جو دوسری تہذیبوں کو حاصل نہیں، اسی لیے کوئی تہذیب خود اپنی اصلاح و احتساب پر توجہ نہیں کرتی جبکہ اسلامی تہذیب ہمیشہ خود احتسابی کا معاملہ کرتی ہے اور اپنے آئیڈیل سے قریب ہونے کی کوشش میں مصروف ہے اور اسی راستہ سے وہ دوبارہ عالمی اور بین الانسانی تہذیب کے اونچے مقام پر فائز ہوگی۔

۴۔ اسلامی تہذیب اور مسلمان

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کے تاریخی کارنامے بڑی نیک نیتی سے اسلامی تہذیب قرار دئے جاتے ہیں اور آگے بڑھ کر ان کی اس طرح وکالت کی جاتی ہے جیسے وہی اسلامی تہذیب کا حاصل ہیں مگر اس بات کو فراموش کر دیا جاتا ہے اس سے خود اسلامی تہذیب کی تصویر مبہم ہو جاتی ہے۔ اس قانونی اور اخلاقی پابندی کے باوجود جو اسلام عائد کرتا ہے فرد تکوینی طور پر آزاد ہے، وہ اس پر عمل کر بھی سکتا ہے اور خلاف ورزی بھی اس سے سرزد ہو سکتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے ہر عمل یا فکر کو اسلامی تہذیب سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا جس طرح ہر وہ خیال جسے کوئی مسلمان پیش کرے اسے اسلامی فلسفہ قرار نہیں دیا جا سکتا اسی طرح مسلمانوں کے ہر رویہ کو بھی اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ عقائد و اعمال سے لے کر تصورات و مراسم اور ادب و فنون تک تمدنی ترقی کے مختلف ادوار میں مسلمانوں نے

بہت سی چیزیں ایسی بھی اختیار کی ہیں جن کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں۔

حواشی

۱۔ اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید ص۲۸ اردو ترجمہ محمد مسعود عالم قاسمی دہلی ۱۹۸۵ء

۲۔ بخاری، کتاب الانبیاء،

۳۔ ابن ہشام، سیرت النبی اول ص۱۵۸-۵۹

۴۔ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ اول ص۱۱۸

۵۔ تفسیر بیضاوی، البقرہ

۶۔ ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم ص۱۲۵ قاہرہ ۱۹۵۰ء

۷۔ P.K. Hitti, Islam and the west, P.8 New yark 1962

۸۔ Ibid P.34

۹۔ مودودیؒ، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص۶۱-۶۲ اول لاہور

۱۰۔ رابرٹ بریفالٹ، تشکیل انسانیت، ص۱۳۷-۳۸، اردو ترجمہ عبدالمجید سالک، لاہور ۱۹۵۸ء